بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت

عمارؓ ابنِ یاسرؓ

مؤلف

سیّد حیدر رضا (مہ لقا)
امروہوی

نام کتاب : حضرت عمار ابنِ یاسرؓ
تالیف : سیّد حیدر رضا (مرتقا)
ناشر : محسن رضا
تعداد : ۵۰۰
سن طباعت : ۲۰۰۰ء
مطبوعہ : ابنِ حسن پریس

قیمت : -/۳۰

کر رہا ہے۔ چلئے۔ جلدی چلئے۔ میں نے تمہاری آواز سن کر ارادہ کیا کہ آگ میں کود جاؤں کہ آگ کے شعلوں نے مجھے جگادیا۔ یاسر نے خواب بیان کیا اور پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

" افسوس۔ آگ۔ آگ۔ میں نے آگ کو پالیا۔ خدا خیر کرے سمیہ نے بغور خواب کو سنا تھا، ان کا پریشان ہونا فطرت کا تقاضہ تھا۔ لیکن دل کو سمجھاتے ہوئے شوہر کو تسلی دی " یاسر اٹھو۔ پریشان نہ ہو۔ کچھ کھاؤ پیو۔ اور قریش کی مجلس میں جاؤ۔ اپنا خواب بیان کرو۔ شاید کوئی کاہن اچھی تعبیر بتائے۔

یاسر گھر سے نکلے، قریش کی مجلس میں جانے کا ارادہ کیا اور آج شام نہ ہونے پائی تھی کہ یاسر نے خواب کی تعبیر کو سچا پایا اور آگ سے متصل ہو گئے۔

۸۔ پریشانی

فکرمند یاسر گھر سے باہر آئے اور بنی مخزوم کی مجلس میں پہنچے۔ سلام علیکم یاسر نے کہا اور بیٹھ گئے۔ بنی مخزوم ہمیشہ یاسر کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے اور ان کی باتوں میں دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن آج کسی نے یاسر کو کوئی لفٹ نہیں دی، کسی نے سلام کا جواب کرخت آواز میں دیا اور کسی نے جواب دیا ہی نہیں۔ کچھ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے، یاسر یہ ماجرا دیکھ کر خاموشی سے ایک طرف بیٹھ رہے مجلس پر ایک سکوت طاری تھا۔ ایک ایک کی طرف دیکھتا تھا، اور حقارت آمیز نگاہیں یاسر کی طرف اٹھاتا تھا۔ یاسر پر یہ نہایت شاق گذرا۔ اور

فہرست

پیش لفظ

مصر کے ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے کون واقف نہیں، وہ عربی علم و ادب خصوصاً تاریخ کی دنیا میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کی تحقیقات متوخرین کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہیں، تو بے جا نہ ہوگا یہی صفات تھیں جن کی بناء پر وہ مصر کے فرمانروا شاہ فاروق کی کابینہ میں وزارت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور ان میں ایک "الوعد الحق" بھی ہے جو جامعہ کراچی کے ۱۹۵۳ کے بی، اے (B.A) کے نصاب میں شامل تھی۔ اس کتاب میں انہوں نے مختلف صحابہ کرامؓ کی زندگی کے حالات قلمبند کئے ہیں، اُن صحابہؓ میں سے ایک حضرت عمار ابن یاسرؓ بھی ہیں، اور ان کا ذکر کافی تفصیل سے کیا گیا ہے۔

یہ وہ صحابی رسولؐ ہیں جن کے والدین کو اسلام قبول کرنے کی سزا میں شہید کر دیا گیا۔ اور بقول ڈاکٹر طٰہٰ حسین، یہ دونوں پہلے شہید ہیں۔

ان کے حالات زندگی سے متاثر ہو کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے قارئین جن کی زبان عربی نہیں ہے کو بھی اُن سے آگاہی حاصل کرائی جائے۔

چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی مندرجہ بالا تصنیف کی بنیاد پر تذکرہ " عمّار ابنِ یاسرؓ " آسان اُردو میں نذرِ قارئین ہے۔

یہ بات میرے لئے باعثِ طمانیت بھی ہے اور اخلاقی فرض بھی کہ میں اس امر کو قلمبند کروں کہ یہ مسوّدہ جناب حسن بن کاظم، فلک امروہوی اور اُردو کے دَورِ حاضر کے بڑے صاحبِ قلم اور نقّاد جناب رئیس امروہوی دونوں میرے والد سید ذاکر حسین حسینی کے دوست تھے کے زیرِ نظر رہا۔ اور انھوں نے اس کی صحت پر صاد کیا۔

مختلف وجوہ کی بناء پر یہ کتابچہ اُس وقت شائع نہ ہوسکا۔ بہر حال اب حاضر ہے۔ اگر قارئین کوئی غلطی پائیں تو درگزر فرمائیں۔

مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ الطیبین الطاہرین

آمد

ماں باپ، بھائی بہن سب پریشان ہیں لیکن جابر کا کہیں نشان تک نہ ملتا تھا، بھائی کی محبت نے یاسر۔ مالک اور حارث کو برادر کی تلاش میں گھر بار چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ جنگل جنگل صحرا بہ صحرا ٹھوکریں کھاتے، مصیبتیں جھیلے۔ ہواؤں سے ٹکراتے، آفتاب کی تمازت سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈھونڈتے پھرتے رہے۔ بھائی کی محبت تھی۔ اس لئے ہر مصیبت عزیز تھی لیکن بھائی نہ ملنا تھا، نہ ملا۔ اور نامراد تہامتہ الیمن کو واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ سفر کی صعوبتوں نے اتنا تھکا دیا تھا کہ مزید سفر کی سکت باقی نہ رہی تھی۔ مکہ میں کچھ دیر آرام کرنے کی رائے ٹھہری۔ بھائی کی فکر، اور سفر کی تکان۔ گھر سے دوری، عالم مسافرت کہاں جائیں اور کیا کریں۔ مشورہ کیا۔ طے پایا کہ چلیں اور کعبہ میں رکھے ہوئے خداؤں سے دعا کریں۔ آئے، طوافِ کعبہ کیا۔ دستِ سوال خداؤں کے سامنے پھیلایا، مگر تھا ہی کیا انکے دستِ قدرت میں جو کچھ مل جاتا ناکام۔ نامراد۔ قسمت کے مارے۔ بچارے۔ مجبور، لاچار، ایک طرف کو بیٹھ گئے۔ شب گذر گئی۔ آثارِ صبح نمودار ہونے لگے۔ شعاعِ آفتاب چمکی۔ دن چڑھا۔ نامرادوں کی قسمت کا ستارا چمکا۔ ابوحذیفہ بن المغیرہ اُدھر آنکلے۔ پریشان حال مسافروں کو دیکھ کر رحم آگیا۔ گھر لے گئے۔ حالات پوچھے۔ آرام کرنے کو جگہ دی، کھانا کھلایا، لباس دیا ہر طرح

کی سہولت بہم پہنچائی، مہمان کی ضیافت کا پُورا پُورا سامان مہیّا کر دیا اور ایک سیاہ فام لڑکی سمیہ بنتِ خیاط کو بھی اُن کی خدمت کے لئے مامور کر دیا۔

سمیہ تھی تو کالی مگر قدرت کا دیا ہوا جمال؛ پھر ابتدائے شباب چُست و چالاک، شیریں زبان، بیمار چشم۔ ایسی صفات کی مالک تھی جو دلوں کو لُبھاتی اور کانوں کو بھاتی تھی۔ صبح کا ناشتہ۔ دُوپہر کا کھانا۔ سہ پہر کا ناشتہ اور رات کا کھانا لانے کے علاوہ وہ اُن کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ خود کہتی اور اُن کی سنتی تھی۔ وہ غریب الوطن یہ بھی پردیسی۔ وہ بھی غریب یہ بھی مفلس۔

عرب بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں؛ انکے یہاں جب چاہو آجاؤ۔ جب تک چاہو رہو۔ جب دل چاہے چلے جاؤ۔ کچھ دن اسی طرح گذرے آخر ماں کی پریشانی یاد آئی۔ دل بے چین ہو گیا۔ مالک اور حارث نے یاسر سے کہا۔

بھیّا چلو، ابّا بہت پریشان ہونگے۔ امّاں روتی ہونگی۔

یاسر۔ تم چلے جاؤ۔ مگر میں.....

حارث۔ ہاں، اور تم۔

مالک: بھائی کیا ارادہ ہے؟

یاسر: کچھ نہیں، اللہ کی زمین وسیع ہے تم چلے جاؤ۔ لیکن مجھے یہ جگہ... بس یہ جگہ...

مالک: یہ جگہ۔ یہ جگہ.. مطلب کیا ہے آخر؟

یاسر: مجھے یہ جگہ پسند آگئی ہے اور میں یہاں سے نہیں جاؤنگا۔

حارث: بھئی کمال کر دیا۔ میں نہیں جاؤں گا۔ لیجیے اور سُنیئے۔ ایک شُد نہ دو شُد۔ عقل سے کام لو۔ ایک بھائی کو ڈھونڈنے گھر سے نکلے تھے، اب تم کو بھی گم کر دیں تو امّی کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ابّا کو کیا جواب دینگے۔ نہیں۔ چلو۔

یاسر: تم جاؤ۔ میں نے تو اس جگہ کو پسند کر لیا ہے، مجھے یہاں پہ امان ہے، اور یہاں ہر سہولت مجھے میسّر ہے۔

مالک: جی ہاں! ہم جانتے ہیں آپ کو یہاں پر ہر سہولت کی چیز میسّر ہے۔ جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش۔ دو دن ہوتے آئے ہوئے آپ نے سب کچھ پالیا۔ ہم سے کیوں چھپاتے ہو۔ اپنے دل کی بات صاف صاف کہدو نا۔

یاسر: میرے سر کیوں ہو گئے ہو۔ میں تم کو روک نہیں رہا ہوں۔ تم جاؤ۔ میں تو..... اوں)..... ہوں..؟

حارث: سنو اور سمجھو۔ وہ ایک کالی لڑکی ہے۔ کوئی خوبصورت بھی نہیں ہے۔ نہ آسمانی حُور ہے۔ وہ کنیز ہے۔ لونڈی ہے۔ دوسروں کے ہاتھوں میں ہے تم اس پر لٹّو ہو گئے ہو۔ اُس نے پوری طرح تم پر قابو پالیا ہے، اور تم بے دست و پا ہو۔ چلو اور باپ کے ساتھ رہو۔ حسین و جمیل لڑکی کے ساتھ تمھاری شادی کرا دی جائے گی۔ دیکھو دُکھ بھری ماں کو نہ ستاؤ۔ سُن لو، باپ کے ٹوٹے ہوئے دل کو داغ نہ دو۔ یاسر ہمارے ساتھ چلو۔

یاسر: میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ یہاں سے نہ جاؤں گا۔ نہ ہٹوں گا۔ رہوں گا اور یہیں رہوں گا۔ تم جو چاہو سو گمان کرو۔

لیکن کچھ دیر بعد یاسر نے غور کیا اور ارادہ کیا کہ بھائیوں کے ساتھ واپس چلے جائیں، تڑپتی ہوئی ماں کو نہ تڑپائیں، بوڑھے باپ کو دُکھ نہ دیں لیکن وہ اپنے دل پر قابو نہ پا سکے۔ کسی کو کیا معلوم قسمت میں کیا لکھا تھا۔ اور قدرت کو کیا منظور تھا۔ اللہ کے راز اللہ ہی جانے۔ یاسر کو یہی کہنا پڑا۔

"بھائیوں! میں مجبور ہوں۔ میں یہیں رہوں گا۔ تم چلے جاؤ۔

حارث: ہم کوشش کریں کہ اس کو اپنے ساتھ ......

مالک: نہیں! نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں ابو حذیفہ کے احسان کا بدلہ نقصان سے نہیں دوں گا۔ میں نیکی کا بدلہ بدی سے نہیں دونگا جاؤ، تم جاؤ۔ جاؤ تم جاؤ تم کو کون روکتا ہے۔ یاسر نے غصّہ سے کہا۔

حارث نے مالک سے کہا۔ اب کیا کیا جائے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کسی طرح باز نہیں آتے۔ لاکھ سمجھایا بُجھایا لیکن مرغی کی ایک ٹانگ۔ میں نہیں جاؤں گا۔ ہم تو چلتے ہیں اور آبا کو حالات بتا دیتے ہیں۔

سامانِ سفر تیار ہونے لگا۔ ابو حذیفہ نے سواریاں اور دیگر سامانِ سفر اُن کے ساتھ کیا۔ صبح صبح مالک اور حارث تنہا تنہا یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ یاسر اپنے بھائیوں کو وداع کرنے دُور تک پیدل دوڑتے ہوئے گئے۔ رخصت کیا۔ خاک اڑی۔ سواریاں دُور نکل گئیں۔ آنکھوں سے اوجھل ہوئیں اور یہ آنکھوں میں آنسو، داغِ مفارقت لئے ہوئے ابو حذیفہ کے یہاں واپس آئے۔ آخر تو بھائی تھے۔

* * *

* * *

۲۔ عہد نامہ

ابو حذلیفہ سردارانِ قریش کی پنچایت سے واپس آ رہے تھے کہ راہ میں یاسر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بعد ایک سلیک کے ابو حذلیفہ نے کہا اے یاسر تمہارے بھائیوں کو کیا جنون سوار ہوا۔ کیا ان کو یہاں کوئی تکلیف تھی۔ کیوں چلے گئے۔؟

یاسر نے مغموم لہجے میں کہا۔ "وطن کی یاد نے انھیں ستایا اور وہ رک نہ سکے۔"

"تم کو گھر کی یاد نہیں آئی"۔ حذلیفہ نے طنزاً کہا۔

"مجھے یہ حرم پسند آ گیا۔ کیونکہ گمراہی۔ ضلالت اور بدعنوانیوں کے بدلہ میں نے یہاں امن، کشادگی اور اطمینان پایا ہے۔ یاسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یہاں تمھارا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔" ابو حذلیفہ نے پوچھا۔

"رزق کا ضامن خدا ہے۔ میں محنت کروں گا اور روزی حاصل کروں گا۔" یاسر نے بے فکری سے جواب دیا۔

"تم میرے پاس رہو جب تک چاہو۔ جو کچھ میسّر ہے حاضر ہے تم میرے مہمان ہو۔ تم کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوگی۔" ابو حذیفہ نے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یقیناً آپ بڑے مہمان نواز ہیں۔ سرداری آپ ہی جیسے لوگوں پر بھلی معلوم ہوتی ہے۔ بنی مخزوم آپ پر فخر کرتے ہیں۔ قریش کے لئے آپ زینت ہیں۔ ارضِ لبطحا کو آپ سے عزّت حاصل ہے یقیناً آپ سخاوت اور حُسنِ سیرت کے مالک ہیں۔ غریبوں اور بیکسوں کے مونس و غمخوار ہیں" یاسر نے دل سے نکلے ہوئے الفاظ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"ذرّہ نوازی ہے۔ یاسر تم نے مبالغہ کیا ہے۔ میں ایک حقیر انسان ہوں۔ تم میرے پاس رہو۔ تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تم بڑے ذہین اور ذکی معلوم ہوتے ہو۔" ابو حذیفہ نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ اسطرح رہوں کہ نہ آپ پر شاق گذرے نہ مجھے خفّت ہو۔ میں اس شخص کی حمایت کروں جس کی آپ حمایت کریں، اُس سے جنگ کروں جس سے آپ جنگ کریں اور اُس سے صلح کروں جس سے آپ صلح کریں۔ اس طرح نہ آپ پر بار پڑے گا اور نہ مجھے شرمندگی ہوگی۔" یاسر نے مشورہ دیا۔

"صحیح۔ بالکل صحیح۔ منظور۔ چلو عہد ہوگیا۔ کل مسجد چلیں گے اور قریش کی پنچایت میں اعلان کردینگے۔ ابو حذیفہ نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"نہیں! مسجد دُور نہیں ہے۔ آج کا کام کل پر کیوں چھوڑتے ہیں۔ چلئے ابھی چلئے۔ یاسر نے جواب میں کہا۔

"اچھا چلو ابھی چلو!

دونوں نے مسجد کی راہ لی۔ جب مسجد کے قریب پہنچ گئے تو ابو حذیفہ نے کعبہ کا ارادہ کیا۔

"ادھر کہاں جا رہے ہیں۔؟" یاسر نے کچھ منہ بنا کر کہا۔

"خداؤں کو اپنے عہد پر گواہ بنانے۔" ابو حذیفہ بولے

"پنچایت ختم ہو جائے گی۔ قریش اپنے اپنے گھر چلے جائینگے۔ معاملہ رہ جائے گا۔ چلئے پہلے قوم کو گواہ بنالیجئے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ یہ تو ایک جگہ قائم ہیں، نہ حرکت کر سکتے ہیں نہ کہیں جا سکتے ہیں۔ یاسر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم بڑے عقلمند معلوم ہوتے ہو۔ تعجب سے ابو حذیفہ نے کہا

قریش کی مجلس میں ابو حذیفہ نے اعلان کیا کہ" اے گروہ قریش میں نے یاسر بن عامر کو اپنا حلیف بنالیا ہے، تم لوگ اس پر گواہ رہنا، جس سے میں جنگ کروں گا وہ بھی اس سے جنگ کرینگے اور جس سے میں صُلح کرونگا وہ بھی صُلح کرینگے۔

"خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ آوازیں آنے لگیں۔ کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ واپس ہوئے" ابو حذیفہ نے کعبہ کا رخ کیا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔ وہاں کیا رکھا ہے؟" یاسر نے ٹوکا۔

ابو حذیفہ نے کھٹتے ہوئے کہا۔

"افسوس ہے۔ اے ابو حذیفہ، آپ سمجھتے ہیں کہ خداؤں نے نہیں سُنا ہے، اور لوگ خواہ مخواہ گواہ بن گئے ہیں۔ یقیناً انہوں نے بھی سُن لیا ہے اور گواہ بھی ہو گئے ہیں۔ وہ انسان نہیں ہیں جن کو کانا پھوسی کرنے کی ضرورت پڑے"، یاسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے افسوس! معلوم ہوتا ہے آج میں نے کسی شیطان سے عہد کیا ہے۔ یاسر ہم کو خداؤں کے سامنے بھی حلف اٹھانا چاہیئے۔" ابو حذیفہ نے منہ بسورتے ہوتے کہا۔

"آپ کی مرضی۔ لیکن میں نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے۔ یاسر نے دل شکستہ ہو کر کہا۔

دونوں حلیف کعبہ کا طواف کرنے کے بعد گھر کی طرف قدم اٹھانے لگے۔ ہر ایک کا دل بھاری ہو رہا تھا۔

درمیانِ راہ میں ابو حذیفہ نے یاسر سے کہا "وائے ہو! تم ہمارے خداؤں کی عزت نہیں کرتے اور اُن سے تبرّا کرتے ہو تم کو یمن سے آئے ہوئے تھوڑے دن ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اسی لئے اپنے خداؤں کی یاد ابھی تمھارے دل سے نہیں گئی۔

"میں یمن کے خداؤں کو بھی یاد نہیں کرتا۔ میں اُن کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ میں اُن سے قطعاً محبت نہیں کرتا ہوں۔ یاسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اُوں ۔۔ ہوں۔ تو۔ تم نے اپنے اجداد کے خداؤں کو بھی بھلا دیا ہے۔ تم باغی ہو۔ یہ کیا حماقت ہے؟ اچھا تو کیا یہود و نصاریٰ کے خداؤں سے محبت کرتے ہو۔" ابو حذیفہ نے تعجب سے سوال کیا۔

"یہود و نصاریٰ سے بھی گفتگو کی۔ بحث و مباحثہ بھی کافی ہوا۔ لیکن اُن کے خدا قابلِ عبادت نہیں ہیں۔ میں اُن سے بھی نفرت کرتا ہوں"۔ یاسر نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اُف۔ اُف۔ قیامت! غضب! کیا ہو گیا۔ کیا تمہارا کوئی خدا ہی نہیں"۔ حذیفہ کے تعجب کی انتہا نہ تھی۔

"اگر میں خدا کو مانتا تو سمندر کو مانتا جو انسان کو دہشت میں ڈال دیتا ہے۔ آفتاب کو بناتا۔ جو تمام دن چمکتا اور روشنی ڈالتا ہے۔ چاند ستاروں کو مانتا جو شب کو روشن کرتے ہیں، یا ابر کو بناتا جو کھیتوں اور چراگاہوں کو سرسبز و شاداب بناتے ہیں جو مجھے اور جمیع مخلوق کو کھلانے اور پلانے کا سامان مہیّا کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی چیز پر میرا دل نہیں جمتا میں پریشان ہوں اور فکر مند ہوں۔ کوشش کرتا ہوں لیکن مقصد تک پہنچنے میں ابھی تک ناکام ہوں۔ دنیا میں لوگوں کے ساتھ ہوں لیکن اس سلسلے میں فکر زیادہ کرتا ہوں وہ فکر کم کرتے ہیں"

"بڑا ذہین۔ بڑا ذکی۔ کمال کی باتیں۔" گردن جھکاتے ہوئے آہستہ سے ابو حذیفہ نے کہا۔

راستہ ختم ہو گیا۔ گھر پہنچ گئے۔ تمام دن اور رات کا کافی حصّہ باتوں ہی میں گذر گیا۔ دین و دنیا کی باتیں اور نجد و حجاز کے طریقۂ عبادت پر گفتگو ہوتی رہی۔ ابو حذیفہ کے دل میں یاسر کی محبّت ایسی جاگزیں ہو گئی کہ انھوں نے اپنے اہل و عیال سے کہا کہ اگر میں کسی کو بیٹا بناتا تو یاسر کو بناتا۔

۳. شادی

یاسر نے ابو حذیفہ کے ساتھ ایک عرصہ تک بحیثیت حلیف کے زندگی بسر کی۔ روزانہ قریش کی مجلس میں چلے جاتے تھے۔ اُن کی سُنتے تھے، اپنی کہتے تھے۔ تلاش معاش کرتے۔ کھانا کھانے گھر آتے اور پھر واپس چلے جاتے تھے۔ دن بھر اسی طرح باہر رہتے اور شام کو آرام کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ روزی کے ذرائع بھی میسّر ہو گئے۔ ایک دن یاسر نے سوچا کہ اب دوسرے گھر میں منتقل ہو جائیں، اور ابو حذیفہ کے سامنے بھی اپنا خیال ظاہر کیا۔ ابو حذیفہ نے اسمیں کوئی نقصان نہ پاتے ہوئے اجازت دیدی، لیکن ابو حذیفہ نے یاسر کو پریشان اور غمگین پایا۔ یاسر کبھی مکان کی دیواروں کو دیکھتے تھے۔ کبھی زمین و چھت کو دیکھتے تھے۔

ابو حذیفہ نے متعجب ہو کر پوچھا "یاسر کیا بات ہے، کیوں پریشان ہو۔ کیوں جاتے ہو۔ یہیں رہو۔ کیا تم کو کسی نے کچھ کہدیا۔ کیا تکلیف تم کو پہنچی ہے۔ بات بتاؤ، پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ یہیں رہو عیش و آرام سے زندگی گذارو۔

"خدا کی قسم مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ آپ بڑے مہمان نواز ہیں۔ آپ میرے محسن ہیں۔ میں آپکے احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا لیکن..... لیکن میری....

"کہو!... کہو! گھبراؤ نہیں! ابو حذیفہ نے کہا۔

"میری ایک آرزو.... ایک خواہش جس کو آپ...."

یاسر نے شرماتے ہوئے کہا۔

"آرزو! آرزو! — بھلا کیا؟ بتاؤ — ابوحذلیفہ نے تعجب سے سوال کیا۔

یاسر نے گردن جھکالی۔ چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ حیا کا پردہ چھا گیا۔ ہمت کی کہ دل کی بات کہہ دیں۔ گردن اٹھائی کہنے لگے۔

"مجھے آپ ..... آپکی ..... ک..ک کنیز .... سیاہ رنگ کی کنیز .... سمیہ سے ..... م..م محبت ہے .... وہ میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکی ہے۔ میں اس کے بغیر .....

"اچھا۔ اچھا۔ میں اس کو تمھیں بخش دوں؟ ابوحذلیفہ نے کہا۔

"میں کیسے کہوں! خدا کی قسم میں آپ کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ وہ آپ کا مال ہے۔" یاسر کے دل میں گدگدی ہونے لگی۔

"نہیں۔ تم مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ وہ ایک کنیز ہے گھر میں اور بہت سی کنیزیں ہیں۔ ابوحذلیفہ نے اطمینان دلایا۔

"میں آپ کا حلیف ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں آپ کا بوجھ ہلکا کروں۔ آپ کے کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ بنی مخزوم انگشت نمائی کریں اور کہیں کہ میں ایک مہمان تھا۔ پھر حلیف ہوا۔ اور اب .... یاسر نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ میں تمھارے ساتھ اس کا عقد کردوں۔؟" ابوحذلیفہ نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"افسوس! ابوحذلیفہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میری اولاد آپ کی غلام اور کنیزیں ہوں۔" یاسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ابوحذلیفہ نے یاسر کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "یاسر

تم بہت پریشان کرتے ہو۔ میں سمیہ کو آزاد بھی کردوں گا، اور شادی بھی کردوں گا۔ تمھاری اولاد آزاد بھی ہوگی۔"

یاسر نے جوشِ محبت میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "میں نے کیا نہیں کہا تھا کہ آپ بڑے بخشش کرنے والے ہیں۔ سخی۔ زندہ دل انسان ہیں، بنی مخزوم کو آپ پر فخر ہے ارضِ بطحا کو عزت اور قریش کو آپ کی بدولت عزت و شرف حاصل ہے۔ آپ ...."

"بس کرو نا، اتنی تعریفیں اچھی نہیں ہوتیں تم تو مبالغہ کرنے لگے ہو۔ آج شام کو آزاد خوشی خوشی دوسرے مکان میں منتقل ہو جاؤ۔" ابو حذیفہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

۴۔ اعلانِ نبوت

دن مہینوں اور مہینے سال میں تبدیل ہوتے رہے۔ یاسر اور سمیہ ایک دوسرے کے انیس و غمخوار بنکر زندگی بسر کر رہے تھے۔ تین بیٹوں میں سے ایک زمانہ جاہلیت میں ہی لڑائی میں مارا گیا تھا۔ زمانہ تاریک تھا۔ کفر و ضلالت کی آندھیاں چل رہی تھیں شراب خوری عام تھی دنگا فساد کا بازار گرم تھا۔ اہلِ عرب اپنے مقابل میں دوسروں کو عجمی کہتے تھے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اور کوئی عیب نہ تھا۔ ایک قبیلہ برسہا برس دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار رہتا تھا۔ غلاموں کو سخت سے سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ غریب انسانوں کے ساتھ حیوانوں جیسا برتاؤ ہوتا تھا۔ ہدایت کے راستے مسدود تھے۔ ہر برائی اچھائی تھی اور ہر نیکی بدی تھی۔

آخر کب تک

خُدائے وحدہٗ لاشریک نے ایسی گمراہ قوم میں ھادیٔ اعظم مُحمّد رسُولُ اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھیج کر ھدایت کا باب کھول دیا۔ اِدھر اعلان نبوت ہوا، اُدھر قریش کی آنکھیں چار ہوئیں ان کی سرداری خاک میں مل گئی تھی۔ قریش باہم مشورہ کرتے مگر کوئی راستہ نہ ملتا تھا کہ محمدؐ کے پیغام کو اِن غلاموں اور کمزوروں تک نہ پہنچنے دیں ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان پر جناب محمد مصطفےٰؐ اپنے اصحاب کو وعظ فرمایا کرتے اور اصحاب تبلیغِ دین کرتے تھے۔ چنانچہ ہر طرف ایک ہیجان پھیل رہا تھا۔

۵۔ ملاقات

ایک طویل القامت سیاہ رنگ اور دوسرے پستہ قد سرخ رنگ کی ملاقات ایک جگہ پر ہوئی۔ 'کہاں کا ارادہ ہے؟' عمّار بن یاسرؓ نے سوال کیا۔

"محمّدؐ کی طرف" پستہ قد نے جواب دیا۔

"صہیب بن سنان میں بھی چلوں گا" عمّارؓ نے کہا۔

۶۔ تبدیلی

دوسرے دن صبح کو یاسر نیند سے بیدار ہوئے تو گم سُم، نہ بچوں کی یاد تھی، نہ سمیہ کا خیال۔ یاسر کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ شب کے آخری حصے میں جاگ جاتے اور گھر والوں کو پریشان کرتے رہتے نہ خود سوتے تھے، نہ دوسروں کو سونے دیتے تھے، نہ لیٹے چین تھا نہ بیٹھے چین کبھی معلوم ہوتا کہ اُن پر کوہِ اَلم گر پڑا۔ کبھی مسرت

سے باغ باغ ہو جاتے۔ کبھی شور مچاتے تھے کبھی دہاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ ایک عجیب کیفیت تھی۔ یاسر کو اس بات کی چڑ تھی کہ وہ جاگتے ہوں اور گھر والے سوتے رہیں۔ وہ اہلِ خانہ سے مذاق کرتے تھے اور رات کو پریشان بھی کرتے تھے اگر کوئی توجہ نہ دیتا تو یاسر ان پر جھپٹتے اور لامتناہی باتوں کا سلسلہ شروع کر دیتے تھے۔ اہلِ خانہ پریشان تھے۔ لیکن کوئی نجات کی راہ نہیں ملتی تھی، بیچارے سنتے زیادہ تھے اور کہتے کم تھے، یاسر کبھی ڈرا دینے والی باتیں کرتے تھے کبھی عجیب و غریب گفتگو پر آجاتے تھے، اور سب کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے، کبھی یمن کی یاد ستاتی تو یمن کے حالات سنانے لگتے تھے۔ کبھی طویل طویل سفروں کا ذکر اور تجارت کے حالات بیان کرتے تھے۔ لبسا اوقات بنی مخزوم پر تبصرہ کرتے، کبھی کبھی شام اور عراق کے حالات بیان کرتے رہتے تھے قریش کی اچھائیوں اور برائیوں سے یاسر سے زیادہ کون واقف ہو سکتا تھا، ان کے درمیان ان کو زندگی گزارتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تھا اس لئے اُن پر تنقید کرتے رہتے تھے۔ سمیہ اور بچے کبھی کبھی یاسر کی باتوں کی طرف مائل ہوتے کان لگا کر سننے لگتے تھے، یکایک حالت بدلی، آج یاسر نیند سے بیدار نہیں ہوئے۔ آفتاب طلوع ہوا، سمیہ نے شانا ہلاتے ہوئے کہا۔ ”یاسر اٹھو۔ دن چڑھ آیا۔ کب تک سوؤ گے؟“ یاسر چوکنا ہوئے۔ مگر خاموش۔ زبان گویا بالکل سکوت تھا۔ اہلِ خانہ یاسر کی حرکتوں سے خوگر ہو چکے تھے۔ آج رنگ بدلا ہوا پایا۔ سمیہ پریشان ہو گئی۔ دل دھڑکنے لگا، لرزتی آواز میں پوچھا۔

”یاسر! یہ سکوت کیسا۔؟۔ کیا کوئی تکلیف ہے۔؟“

"نہیں، کوئی تکلیف نہیں، خفیف آواز میں یاسرؓ نے جواب دیا۔

"چیخ و پکار سے آج تم نے گھر کیوں نہ بھر دیا۔ جیسا کہ تمہاری عادت ہے۔" سمیہ نے دبے ہوئے الفاظ میں پوچھا۔

"افسوس! سمیہ تمھیں کس طرح خوش کروں۔ تم کو کسی طرح چین و سکون نہیں۔ غُل مچاتا ہوں تو اعتراض کرتی ہو۔ اور خاموش رہتا ہوں تو تنقید کرتی ہو۔ آخر وہ کون سا راستہ ہے جس سے تم کو خوش کروں۔ کبھی کہتی ہو کہ میری نیند اُڑ گئی۔ آج خاموش ہوں تو چیخ و پکار نہ کرنیکا سوال ہے۔ خیر یہ کوئی بات نہیں۔ لیکن آج رات میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔ جس نے مجھے ڈرا دیا ہے۔ یاسرؓ نے آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔

سکون و اطمینان کے ساتھ جبکہ بوڑھی سمیہ کی سیاہ جھرّیوں پر مسرت کی لہر دوڑ رہی تھی۔ کہا "وہ کیا خواب ہے۔ جس نے تم کو تمہاری حرکتوں سے باز رکھا۔ ہم بھی تو سنیں۔"

"تم نہ سنو۔ ڈر جاؤ گی۔ بہت خوفناک ہے۔" یاسرؓ نے اضطرابی کیفیت میں کہا۔ میری تمنّا ہے۔ میری آرزو ہے۔ مجھے ضرور سناؤ۔ شاید میں تمہاری مدد کرسکوں۔"

سمیہ نے التجا کی۔

"میرا خواب اور خوابوں کی طرح نہیں ہے، بہت سے خواب یاد بھی نہیں رہتے، لیکن میرا خواب قابلِ فراموش نہیں، میں جاگتے ہوئے بھی اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح سوتے ہوئے دیکھا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے سارا منظر پھر آیا ہے۔" یاسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جلدی بیان کرو۔ یاسر میں بھی سُن لوں۔ سمیہ نے خواہش ظاہر کی۔

"اچھا اطمینان سے بیٹھو اور سُنو۔ یاسر نے کہا۔

یاسر نے بیان کرنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ سمیہ خوف سے غش کر جائے کہ حیا نے دامن پکڑا، سنبھل کر بیٹھیں۔ ایک کشادہ وادی ہے۔ ان کے درمیان دو اونچے اونچے پہاڑ ہیں جہاں نظر کا پہنچنا محال ہے، دونوں پہاڑ شگافتہ ہوگئے ہیں۔ گہرائی میں آگ نکل رہی ہے تیزی سے مثل پانی کے ہر طرف پھیل رہی ہے، وادی کے سامنے ایک کشادہ اور سرسبز و شاداب زمین ہے۔ اسمیں سمیہ تم کھڑی ہو، تمہاری جوانی پلٹ آئی ہے۔ تمہارا چہرہ مثل آفتاب کے نور کے چمک رہا ہے، تم مسکرا رہی ہو اور مجھے آواز دے رہی ہو، آنکھ اور ہاتھوں کے اشاروں سے مجھے بلا رہی ہو میری پشت پر میرا بیٹا عمار کھڑا میری ہمت بندھا رہا ہے، اور محبت بھرے لہجہ میں کہہ رہا ہے "بابا۔ بڑھیئے۔ قدم اُٹھائیے۔ یہ آگ کے شعلے ہیں۔ لیکن سامنے کتنا اچھا منظر ہے، اس زمین پر آگ کا ذرہ برابر اثر نہیں ہے۔ امّی کی جوانی واپس آگئی ہے۔ آپ کا شباب انتظار

کر رہا ہے ۔ چلئے ۔ جلدی چلئے ۔ میں نے تمہاری آواز سن کر ارادہ کیا کہ آگ میں کود جاؤں کہ آگ کے شعلوں نے مجھے جگادیا۔ یاسر نے خواب بیان کیا اور پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

" افسوس ۔ آگ ۔ آگ ۔ میں نے آگ کو پالیا ۔ خدا خیر کرے

سمیہ نے بغور خواب کو سنا تھا ۔ ان کا پریشان ہونا فطرت کا تقاضہ تھا ۔ لیکن دل کو سمجھاتے ہوئے شوہر کو تسلی دی " یاسر اٹھو ۔ پریشان نہ ہو ۔ کچھ کھاؤ پیو ۔ اور قریش کی مجلس میں جاؤ ۔ اپنا خواب بیان کرو ۔ شاید کوئی کاہن اچھی تعبیر بتائے ۔

یاسر گھر سے نکلے ، قریش کی مجلس میں جانے کا ارادہ کیا اور آج شام نہ ہونے پائی تھی کہ یاسر نے خواب کی تعبیر کو سچا پایا اور آگ سے متصل ہو گئے ۔

۸ ۔ پریشانی

فکر مند یاسر گھر سے باہر آئے اور بنی مخزوم کی مجلس میں پہنچے ۔ سلام علیکم یاسر نے کہا اور بیٹھ گئے ۔ بنی مخزوم ہمیشہ یاسر کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے اور ان کی باتوں میں دلچسپی لیتے تھے ۔ لیکن آج کسی نے یاسر کو کوئی لفٹ نہیں دی ، کسی نے سلام کا جواب کرخت آواز میں دیا اور کسی نے جواب دیا ہی نہیں ۔ کچھ لوگ چہ مگوئیاں کرنے لگے ، یاسر یہ ماجرا دیکھ کر خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئے مجلس پر ایک سکوت طاری تھا ۔ ایک ایک کی طرف دیکھتا تھا ، اور حقارت آمیز نگاہیں یاسر کی طرف اٹھاتا تھا ۔ یاسر پر یہ نہایت شاق گذرا ۔ اور

وہ سوچنے لگے کہ بنی مخزوم متکبر ہو گئے ہیں، اور ان کے تکبر کا بدلہ کسطرح دیا جائے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کسی دوسرے قبیلے کی طرف منتقل ہو جائیں۔ معاً خیال آیا کہ وہ ابو حذیفہ کے حلیف ہیں۔ وہ محسن بہ احسان مند۔ یاسرؓ محسن کُش نہ تھے وفادار حلیف تھے، انھوں نے ابو حذیفہ کی مہمان نوازی، سمیہ کی شادی، سمیہ کی آزادی اور اولاد کی آزادی کو قبل اس کے کہ وہ پیدا ہو، یاد آیا ہوا خیال حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔ سوچ رہے تھے کہ کیا کریں، کون سی تدبیر کارگر بنائیں۔ وہ خوف زدہ تھے اور رنجیدہ بھی تھے کہ یکایک ابوجہل نے سُکوت کو توڑتے ہوئے یاسر سے سوال کیا۔

"اے یاسر! ہم سے دور کیوں رہتا ہے؟

"میں تمہاری مجالس میں برابر آتا جاتا رہتا ہوں۔ میں تم سے الگ تو نہیں رہتا۔ یاسر نے خفیف آواز میں جواب دیا۔

غصّہ کو دباتے ہوئے ابوجہل نے کہا۔ "میں نے تجھکو ہمارے خداؤں کے پاس آتے نہیں دیکھا اور نہ ان کی مدح سرائی کرتے سُنا ہے۔

"کیا مجھے اُن کی بُرائی کرتے سُنا ہے۔ کیا میں نے اُن کو کبھی کوئی اذیت پہنچائی ہے، یاسر نے خفیف سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے کہا۔

"سمجھ لے اور یاد رکھ۔ وہ ہمارے خدا ہیں۔ ہمارے تُو، تُو کیا تیرے فرشتے بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ غصّہ میں ابوجہلؔ نے چیخ کر کہا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔ تمہارا ارادہ کیا ہے۔ اے ابو ہشام۔ یاسر

نے پوچھا۔

ابو جہل کا چہرہ غصّہ سے سرخ ہو گیا۔ اگر بس چلے تو کچّا کھا جائے۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا "آج میں نے ارادہ کر لیا ہے اور میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کون ہمارے ساتھ ہے اور کون ہمارا دشمن ہے۔ ہر اس شخص پر لازم ہے کہ جو مکّہ میں رہتا ہے کہ اپنے دل کا راز ہم کو بتا دے۔ ہم نے اپنے حلیفوں کی خطاؤں کو بہت معاف کیا، کئی مرتبہ درگزر کیا، لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے ہرگز ہرگز معاف نہ کیا جائے گا۔

"یہ کیا گفتگو ہے جس کا مجھے علم نہیں۔ مجھ سے کونسی خطا سرزد ہوئی ہے۔ ساری قوم میری گواہ ہے کہ آج تک میں نے کوئی بُرائی نہیں کی، میں تمہارے چچا کا حلیف ہوں، اور میں صلح کرنے والا ہوں ــــ ہر اس شخص سے جس سے تم صلح کرو اور جنگ کروں اُس سے جس سے تم جنگ کرو۔ لیکن آج میں وہ باتیں سُن رہا ہوں جو میں نے آج تک کسی سے نہیں سنیں۔" یاسر نے تعجّب سے کہا۔

ابو جہلؔ نے قہقہہ لگایا۔ غصّہ فرو ہو چکا تھا ــ اور کہا "بہت ٹھیک ــ اپنے بیٹے عمّار سے جنگ کرو گے؟

"میرے بیٹے نے کوئی ایسی بغاوت نہیں کی ہے" یاسر نے کہا۔

"تیرا بیٹا صابی (نئے مذہب کا اختیار کرنے والا) ہو گیا ہے۔ وہ محمدؐ پر ایمان لایا ہے۔ اُن کی باتیں سنتا ہے اور ان کے اصحاب کے ساتھ رہتا ہے۔ ابو جہل نے اکڑتے ہوئے کہا۔

یاسر کی چیخ نکل گئی۔ آواز بیٹھ گئی۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔

جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ بنی مخزوم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔ یاسر پر رحم کرتے ہوئے ابوجہل کے چچا الولید بن المغیرہ نے کہا۔" اے ابن عم! عمار چالیس سال سے زیادہ ہے اگر وہ صابی ہو گیا تو یہ اس کا قصور ہے، عذاب اس پر ہونا چاہیئے۔ یاسر بوڑھا ہے۔ اس پر کیوں برس رہا ہے۔ خاموش ہو۔ بس خاموش۔

دوسرے سرداروں نے الولید کی تائید میں آوازیں بلند کیں۔

یاسر نے لوگوں کو اپنا حامی پاتے ہوئے اطمینان محسوس کیا۔ اور کہا۔ میں کل سے عمار سے نہیں ملا ہوں مجھے اس کے حالات کا کل سے ہی کچھ علم نہیں، لیکن اے ابوجہل تمہاری یہ سختی نازیبا اور غیر مناسب ہے۔ میں کمزور اور تنہا ہوں، باہر سے آیا ہوا یہاں آباد ہوا ہوں۔ میں مجبور رہوں۔ میرا کوئی ساتھی بھی نہیں ہے۔ محمدؐ کی محفلیں ارقم بن ابی ارقم کے مکان پر ہوتی ہیں جو تم ہی میں سے ایک بے بااثر اور بارسوخ ہے وہ عمار سے پہلے صابی بھی ہو گیا ہے اور محمدؐ کو پوری پوری مدد بھی دی ہے۔ محمدؐ کے اصحاب وہاں اکٹھے ہوتے ہیں جو کچھ وہ سنتے ہیں اس کو نشر کرتے ہیں وہ خداؤں سے بیزاری کرتے ہیں اور ان کو بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن اے ابوجہل تم نے ارقمؓ ابن ابی ارقم کو کچھ بھی نہیں کہا! اس لئے کہ اس پر تمہارا کوئی قابو نہیں۔ غریب پر تمام غصہ اتارا۔ اگر ابوحذیفہ زندہ ہوتے تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پہلے مجھ سے تحقیق کرتے، بعد میں عملی قدم اٹھاتے یاسر نے غمگین، اُداس دل شکستہ کانپتے ہوئے جسم اور احساس کمتری کو دامن میں چھپاتے ہوئے بنی مخزوم کی مجلس کو چھوڑ کر گھر کا رخ کیا۔

☆

۹۔ قبولِ اسلام

ہر فرد خوش تھا، سمیہ خوشی سے پھولی نہ سماتی تھیں، در و دیوار سے آثارِ مسرت نمودار تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شادی، کوئی عید ہے۔ یاسر نے گھر کی حالت دیکھی، سمیہ کو ہنستے مسکراتے دیکھا عمار کا چہرہ نُور سے منوّر دیکھا۔ نہایت خوش و مسرور اور لبوں پر مسکراہٹ دیکھی، یاسر کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ ماجرہ کیا ہے عقل نے جواب دے دیا۔ یاسر کو دیکھا ہی تھا کہ سمیہ یاسر سے لپٹ گئیں اور خوشی میں کہنے لگیں۔

"یاسر مُبارک ہو۔ عمار بشارت لایا ہے۔ اب ہماری دین و دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔"

"آخرت۔ آخرت۔ کیا آخرت! تم کہتی ہو۔؟ ہائے افسوس! آج کیسا منحوس دن نکلا ہے۔ رات کے خواب نے مجھے خوفزدہ کیا تھا۔ قریش نے مجھے ذلیل کیا ہے۔ تمام دن کوفت ہی کوفت رہی ہے۔ ہائے افسوس۔ یاسر نے انتہائی پریشانی میں کہا۔

جلدی سے عمار نے بڑھ کر یاسر کی خدمت میں عرض کی

"اے ابا جان! آپ کیوں پریشان ہوئے ہیں۔ میں ایک پیغام لایا ہوں جو آپ کی اور ہماری سب کی زندگی اور آخرت کو کامیاب بنا دے گا۔"

"ہاں! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم صابی ہو گئے ہو، تم نے اپنے ماں باپ پر ظلم کیا ہے۔ افسوس صد افسوس! اور اب آخرت

آخرت کی بکواس لگا رکھی ہے۔ صاف صاف بیان کیوں نہیں کرتے جلدی بیان کرو۔ یاسر نے غصّہ سے کہا۔

"نہیں۔ نہیں! بابا جان ظلم نہیں، بلکہ آپ کے لئے بشارت ہے۔ میں صابی بھی نہیں ہوا، بلکہ اللہ پر ایمان لایا ہوں جس نے ارض و سما، شمس و قمر اور انجم کو خلق کیا ہے۔ اس نے ہماری طرف محمدؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جو ہمکو راہِ ہدایت دکھاتے ہیں جو ایک اور صرف ایک خُدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں ظلمتوں سے نکالکر نُور کی طرف لیجاتے ہیں۔ جو جہالت، ضلالت اور گمراہی سے حکمت اور رشد و ہدایت پر گامزن کرتے ہیں انھوں نے بشارت دی ہے کہ جو شخص اللہ اور اسکے رسولؐ پر صدقِ دل سے ایمان لایا، اس نے خدا اور اسکے رسول کو خوش کیا اور جبتک وہ زندہ ہے اللہ کی رضا اس نے حاصل کی۔ اور جب مر جائے گا تو جنّت میں جائے گا۔ جہاں حُور و غلمان ملیں گے جہاں ہر مصیبت سے نجات اور ہر آرام میسّر ہوگا۔ وہ اس بات کا خوف دلاتے ہیں کہ جس شخص نے جھوٹ بولا۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے نافرمانی کی اس کی زندگی میں اس پر لعنت ہے۔ آخرت میں جہنّم کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے ہمیشہ ہمیشہ اس کو جلاتے رہیں گے۔ عمّار نے سنجیدگی سے کہا۔

یاسر نے عمّار کی باتوں کو غور سے سُنا، چہرہ نُور سے چمکنے لگا، جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ ہاتھ اور پیر کی قوّت ضائع ہونے لگی۔ سمیّہ اور عمّار نے یاسر کو سہارہ دیا۔ عمّار نے باپ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ یاسر خاموش تھے۔ دھیمی دھیمی آواز میں سوائے ان الفاظ کے "یہی وجہ تھی، "یہی وجہ تھی"۔ اور کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔

عمار نے درد بھری آواز میں پوچھا۔" بابا جان! آپ کیا کہہ رہے ہیں
یاسر کی آواز بیٹھ چکی تھی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا ابل رہا تھا۔
داڑھی میں سفید سفید آنسو کے قطرے مثل موتی کے چمک رہے تھے۔
اور یاسر یہ کہہ رہے تھے۔ یہی وجہ تھی جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ جب میں
مکہّ میں آیا تھا تو میری عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ میں ابُوحذیفہ
کا حلیف بنا۔ ابوحذیفہ نے چاہا کہ بتوں کے سامنے ہم حلف اٹھائیں۔
میں نے انکار کر دیا۔ انھوں نے وجہ پوچھی۔ میں نے کہہ دیا کہ اگر میں
خدا بناؤں تو سمندر کو بناؤں جو ہم کو ڈراتا ہے، یا آفتاب کو بناؤں جو
روشنی دیتا ہے یا ستاروں کو بناؤں جو شب کو راستہ بتاتے ہیں
لیکن میرا دل قطعی ان کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا لیکن آج تم بشارت
لائے ہو۔ ان تمام چیزوں کا خالق لائقِ عبادت ہے، محمدؐ اُس کے رسول
ہیں۔ یہ کہہ کر یاسر نے گردن جھکائی۔ پھر اٹھائی۔ آنسوؤں کی
جھڑی لگی ہوئی تھی، اور پھر کہا، عمّار! محمّد صلی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پاس کب چلو گے۔ ہم بھی ان کی ہدایات کو سُنیں گے۔

چلئے۔ ابھی چلئے! عمّارؓ نے کہا۔

۱۰۔ آفت

دن گذر گیا، شام آئی! آفت کی شام۔ ابوجہلؔ بنی مخزوم کے
چند نوجوانوں کو لیکر یاسر کے گھر پہنچا۔ یاسر، عمّار اور سمیہ کو زنجیروں
میں جکڑ دیا۔ زدوکوب کیا۔ اور گھر کو آگ لگا دی۔ اُن غریبوں
کو گھسیٹتے ہوئے ایک قید خانہ میں بند کر دیا۔ یاسر سمیہ سے کہہ رہے تھے

میرے خواب کی تعبیر! میرے خواب کی تعبیر! یہ بھی آگ ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

عمّار نے کہا۔ مگر باباجان اس کے آگے جنّت بھی تو ہے۔ اسمیں خدا کی نعمتیں ہیں، حُور و غلمان ہیں، اور ہر سامانِ مسرّت موجود ہے مگر صرف اُن لوگوں کے لئے جو جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو سچے دل سے قبول کرتے ہیں۔

بیکسوں نے شب عالم کسمپرسی میں گذاری۔ دوسرے دن کی صبح بھی قیامت کی صبح تھی۔ تمام جوانانِ قریش مسجد میں جمع ہو گئے۔ آج گفتگو تجارت کے بارے میں نہ تھی، آج خاندانی مسائل کا تذکرہ نہ تھا آج ذکر تھا اس عظیم حادثے کا جس کی ابتدا کل ہو چکی تھی۔ مکّہ میں جو دارالامن تھا، جہاں مظلوم پناہ لیتا تھا، آج اسی شہر میں بنی مخزوم نے غریبوں کا گھر جلا دیا۔ مردوں اور عورتوں کو زنجیر میں باندھ ڈالا۔ انکو آگ میں جلایا گیا۔ اگرچہ وہ بے قصور تھے، نہ انہوں نے کسی کو قتل کیا تھا۔ نہ کسی کا مال چوری کیا تھا۔ نہ کوئی بُرا کام کیا تھا۔ قصور تھا تو صرف اتنا کہ خُدا اور رسولؐ پر ایمان لائے تھے۔ قریش ان کو عذاب میں مبتلا کر رہے تھے۔ تکلیفوں پر تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ الولید بن مغیرہ نے کہا۔ "اے ابوجہل۔ وائے ہو تجھ پر کہ تو نے دارالامن میں یہ کیا غضب ڈھایا ہے، تو نے ہم سے بھی مشورہ نہیں کیا۔ اگر ہم سے نہیں تو کم از کم مکّہ کے دوسرے سرداروں سے جو صاحبان عقل و ہوش ہیں مشورہ کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن اے نفس پرست تو نے قریش کو بدنام کیا ہے۔ تو نے مکّہ کی حرمت کو ضائع کر دیا۔ تُو نے غرور کیا۔ تو نے اپنے ساتھ

چند احمقوں کو ملایا، لیکن یہ نہ سوچا کہ اہل عرب مکّہ کی عزّت کرتے ہیں، خوفزدہ اس میں امان پاتے ہیں۔ اس میں بھوکوں کو روزی ملتی ہے بدحالی سے خوشحالی۔ تنگی سے کشادگی مکّہ میں میسّر تھی۔ اے ابوجہل بتا اب اہلِ عرب کیا کہیں گے۔ قریش بدنام ہوگئے۔ تو نے ان لوگوں کے گھروں کو جلایا ہے جو بے قصور تھے۔ ان کو تو نے سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ وہ تو مجبور تھے۔ یقیناً اہلِ عرب کہیں گے کہ قریش کے نوجوان احمق ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں سے صلح و مشورہ تک نہیں کرتے۔ وہ خود جو چاہتے ہیں کر بیٹھتے ہیں۔ وہ نفس پرست ہیں۔ وہ اپنے پڑوسیوں کی پرواہ کئے بغیر ان پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ اے ابوجہل میرا مشورہ ہے کہ تو ان قیدیوں کو چھوڑ دے اور ان سے انصاف کے ساتھ پیش آ۔

ابوجہل کی ناک کا غصّہ سارے جسم میں پھیل چکا تھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا آنکھیں لال پیلی کر کے چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ لات اور عزیٰ کی قسم۔ اے چچا جان جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے، تم ان قیدیوں کو آزاد نہیں کرا سکتے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے اس واقعے کی ابتداء نہیں کی ہے بلکہ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ محمدؐ نے ہم پر سبقت کی ہے

الولید نے نرم لہجے میں کہا، محمدؐ نے کسی کو قید نہیں کیا ہے۔ انھوں نے کسی کو زنجیر میں نہیں جکڑا۔ انھوں نے کسی کے گھر کو نذرِ آتش نہیں کیا ہے۔

ابوجہل بولا۔ "اُس نے تو اس سے بھی زیادہ شر پھیلا یا ہے اُس نے غلاموں کو اکسایا ہے۔ ہمارے خداؤں کے ساتھ دغا کی ہے

پھر یہی نہیں، ان کو ہماری دولت پر لالچ دلایا، منزلت اور مرتبہ میں ہم سے زیادہ ان کو بلند کر دیا۔ اگرچہ عزّت و شرف۔ سلطنت و دولت ہمارے لئے ہے۔ ہم اس کے وارث ہیں، ہم اس کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کیا تمہیں نہیں معلوم یہ غلام جو ہمارے غلام ہیں۔ انہوں نے محمدؐ کی اتباع کی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ وہ ہم جیسے سردار بن جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ بزرگی صرف ہمارے لئے ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ وہ مکرّم ہیں اور وہ ہم سے بھی بلند ہیں۔ وہ اپنے خدا میں ہمارے خدا مناۃ عزیٰ اور ہبل کو شامل نہیں کرتے اور اُن سے نفرت کرتے ہیں۔ جی۔ وہ تو صاحبانِ عقل اور حلیم ہیں۔ اور ہم بے وقوف اور احمق کہلائے جائیں۔ چچا! سمجھ لو! اگر تم نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو اسی طرح چھوڑ دیا اور وہ تبلیغ کرتے رہے تو یاد رکھو زمین و آسمان میں تہلکہ مچ جائے گا۔ اور تم اپنی عزّت و عظمت، سلطنت و دولت سب کچھ ضائع کر دو گے۔ یہ حشمت و شوکت فنا کے گھاٹ اُتر جائیگی جس کا اللہ نے تم کو وارث بنایا ہے، جب اہل عرب سُنیں گے کہ مکّہ کے غلام سردار ہو گئے اور سردار غلام بن گئے اور اُن کے خدا کھلونا بن گئے۔ جن کا وہ دُور دُور سے حج کرنے آتے ہیں تو ہم بدنام ہو جائیں گے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ جب یہ سُنیں گے کہ جوانانِ قریش نے ان کو سزا دی ہے تو وہ یقیناً خوش ہونگے۔ لات و عزّیٰ کی قسم، جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے، آپ ان قیدیوں کو رہا نہیں کرا سکتے۔

امیہ بن خلف نے دخل دیتے ہوئے کہا۔" اے ابو جہل! ٹھیک ہے، جو کچھ آج تم نے کہا، وہ قابلِ تحسین ہے۔ اگر محمدؐ نے قریش میں

اپنا اثر قائم کر لیا تو اس قبیلہ کا نام و نشان رُوئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ یہ شوکت و حشمت ختم ہو جائے گی۔ میں نے بھی اپنے قبیلے کے صابیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ اے قریش خیریت نہیں۔ سنبھل جاؤ۔ تمہارے لئے یہ ایک جنگ ہے، اگر عزت کی زندگی چاہتے ہو تو ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے غلام تمہارے ہی سردار بن جائیں، تمہارے گھروں کو آگ لگائی جائے تمہارا مال لوٹ لیا جائے۔ تمہاری کنیزیں ان مسافروں کیلئے لے لی جائیں، حرم کی حرمت جاتی رہے۔ یہ خُدا جن کا ذکر زمین و آسمان میں ہے۔ فنا ہو جائیں۔ اہلِ عرب حج سے روک دیئے جائیں۔ تم قصّہ گویوں کے لئے قصّہ اور کہانی بن کر رہ جاؤ تو تمھیں اختیار ہے۔ جو چاہو سو کرو۔ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دو۔ اُن کو اپنے دین کی تبلیغ کرنے دو، اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے مال کے خود مالک رہو، خداؤں کی بادشاہت اور حرم کا ذکر باقی رہے تو اپنے ہاتھوں کو سُنت کرو اور اس مٹھی بھر جماعت کو فنا کے گھاٹ اتار دو تاکہ یہ فساد ہمیشہ کیلئے دب جائے۔

ابو سفیان نے کہا " اے قریش! ہمارا روزگار تجارت سے چلتا ہے، تجارت بہت نفع بخش ہے، اگر میں سامانِ تجارت لے کر شام اور یمن کی طرف جاؤں اور واپسی پر یہ صابی میرا راستہ روک دیں اور مجھے لوٹ لیں تو ہم کو شدید نقصان ہوگا۔ میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک تم لوگ میری پُشت پناہی نہ کرو گے اور اپنی مدد کا مجھے پورا یقین نہ دلاؤ گے۔

الولید نے مسکراتے ہوئے کہا! افسوس تم لوگ کتنے بزدل ہو گئے ہو جو تم لوگوں نے کہا۔ میں نے اس کو غور سے سُنا۔ تم پر خوف کا غلبہ ہے۔ تمہاری باتوں سے وحشت ٹپکتی ہے۔ تم نے اس چھوٹی سی جماعت کو بہت طاقت ور اور مضبوط سمجھ رکھا ہے۔ تم نے پھانس کو بانس بنا دیا ہے میں جانتا ہوں وہ امن پسند ہیں۔ انھوں نے کسی قسم کا شر نہیں پھیلایا ہے۔ انھوں نے تم پر کسی قسم کا ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ وہ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ نہ تم کو نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ تمہارا مال ہی چھینتے ہیں۔

ابو سفیان کہنے لگا۔ تم چاہتے ہو کہ ہم اس وقت کا انتظار کریں۔ جب وہ ہم پر قابو پالیں۔

ابوجہل نے جلدی سے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ جھگڑے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں۔ اے ابو سفیان! میں تمہاری پشت پناہی کروں گا۔ سرحدوں کی حفاظت کرونگا۔ جاؤ اور تجارت سے نفع حاصل کرو۔

عتبہ بن ربیعہ نے کہا۔ جو کچھ گفتگو ہوئی ہے بالکل صحیح ہے۔ ابوجہل کا فیصلہ درست ہے۔ ہم کبھی ہرگز راضی نہیں ہو سکتے کہ ہمارے خداؤں کا مذاق اڑایا جائے، ہم بیوقوف اور احمق کہے جائیں، ہمارا مال ہم سے چھین لیا جائے۔ ہمارے غلام ہمارے ہی آقا بن جائیں۔ ایسا کون شریف آدمی پسند کرے گا، ہم اپنے ہاتھوں کو سخت کرینگے اور فتنے کو دبا دیں گے، ان کو ادب سکھائیں گے۔ یہ لوگ بدتہذیب ہو گئے ہیں اور اُلٹا ہم کو ادب سکھانے آئے ہیں۔

ابوجہل نے خوش ہو کر کہا۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ دیکھو!

بچا صاحب نے مجھے نفس پرست کا خطاب عطا فرمایا ہے' اگر میں نفس پرست ہوتا تو ارقمؓ ابن ابی ارقم کے گھر کو آگ نہ لگا دیتا' اور اس کو قتل نہ کر دیتا۔ تاکہ مجھے اطمینان حاصل ہوتا لیکن میں صرف ان جلیدون اور غلاموں کو سزا دے رہا ہوں جنھوں نے ہم سے بے وفائی کی ہے۔

الولید بن مغیرہ ایک طرف خاموش کھڑا تھا' اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "یہ بزدلی ہے اور کمزوری کی نشانی ہے' اگر بہادر ہو تو کمزوروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو جو کچھ تم کر رہے ہو' سراسر حماقت ہے۔ کاش عقل سے کام لیتے۔

باتیں ختم ہوئیں' قریش نے اپنے اپنے گھر کا راستہ لیا۔ لیکن ابو جہلؔ اور اس کے ساتھی وہیں رہے۔ غریب قیدیوں کو قید خانے سے نکالا گیا جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جلدی جلدی ان کو گھسیٹا جا رہا تھا' ابو جہلؔ کے ساتھی اُن کو نیزے اور چھرے مار رہے تھے' مجبور ولاچار قیدیوں کا خون بہہ رہا تھا' لیکن زبان پر اُف تک نہ تھی' کچھ لوگ کوڑوں سے مار رہے تھے اور کچھ یاسرؓ اور عمارؓ کی داڑھی اور سمیہؓ کے بالوں کو بے دردی سے کھینچ رہے تھے' اور کچھ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مذاق اڑا رہے تھے' لیکن مجبور ولاچار انسان خاموش تھے۔

دل میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی یاد تھی' لبوں پر اللہ اللہ تھا۔

زمین بطحیٰ پر لا کر ڈالا گیا۔ ابو جہلؔ یاسر کے قریب گیا اور کہنے لگا۔ تو نے ہمارے حلف کو توڑ دیا اب اس کا مزہ چکھ۔

یاسرؓ نے خفیف آواز میں کہا۔ "میں نے حلف نہیں توڑا' مگر تو نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ تو نے ہم پر مصیبت ڈھائی ہے۔

ابوجہل آگے بڑھا اور یاسرؓ کے رُخسار پر ایک زور سے طمانچہ مارا۔ ابوجہل کے ساتھیوں نے سمیّہ اور عمّار کے رخساوں کے ساتھ بے ادبی کی۔ ابوجہل نے اپنے مُریدوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ قیدیوں کو زمین پر گرادو۔ گرادیا گیا۔ حکم دیا۔ ان کے سینے کو آگ سے داغ دو یہ بھی ہوا۔ انکے سینے پر وزنی اور بڑے پتھر رکھ دو۔ تعمیل حکم ہوگئی، ان کے چہروں پر پانی بہاؤ۔ بہادیا گیا۔ لیکن نہ کوئی چیخ تھی اور نہ پکار۔ نہ شکوہ تھا اور نہ شکایت خاندانِ یاسرؓ خاموش تھے ... کسی جنبش کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ کوئی بچانے والا بھی نہ تھا۔ مگر بس اللہ تھا ابوجہل کے ساتھی جیسا چاہتے تھے ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ سزا پر سزا دی جارہی تھی، تکلیف پر تکلیف، مصیبت پر مصیبت۔ لیکن مصیبت زدہ خاندانِ یاسر نے پھر بھی اُف تک نہ کی ابوجہل غصہ سے باہر ہوا جارہا تھا، آخر شام ہوگئی، پھر قید میں بند کردیا گیا۔ اور چوکیدار مجبوروں کی حفاظت کیلئے مقرر کردیئے گئے۔

۱۱۔ ایک اور آفت

مکہ مکرو فریب سے پاک وصاف۔ بُغض وعناد سے دور تھا۔ اطمینان سے زندگی گذر رہی تھی۔ مکہ دارالامن تھا، ہر مصیبت زدہ کو راحت، اور خوفزدہ کو امان ملتی تھی، دُور دُور سے لوگ آتے اور مکہ کے زیرِ سایہ پناہ لیتے تھے۔ اگر کبھی کچھ تُو تو میں میں ہو بھی جاتی تھی تو پھر آپس میں مل جاتے تھے، اور گھل مل کر زندگی گذارتے رہتے تھے، تمام عرب میں مکہ ان ہی خصوصیات کا حامل تھا۔

اس دن جب نورِ ہدایت مکہ میں چمکا۔ نوجوان قریش کے دل تاریکی سے بھر گئے۔ ابوجہل کی قیادت میں انہوں نے مکہ کو ظلم و جور سے بھر دیا۔ حرمتِ مکہ کو ضائع کر دیا۔ قریش مسجد میں جمع ہوتے۔ اور آپس میں باتیں کرتے۔ نئی نئی راہیں تلاش کرتے تھے۔ اور محمدؐ اور اصحاب کو اذیت پہنچاتے تھے، دن کا کوئی حصہ نہ گذرتا تھا کہ اصحابِ محمدؐ پر قریش کا عذاب نہ نازل ہوتا ہو۔ صبح کو کوڑوں سے مارا جاتا تھا۔ دوپہر کو پیٹ پر بھاری پتھر باندھے جاتے تھے، شام کو آگ سے داغا جاتا تھا۔ قریش کے ہر گھر میں یاسرؓ، خاندان یاسرؓ حباب اور بلالؓ کا ذکر رہتا تھا، ان لوگوں پر جو مظالم ہو رہے تھے اس پر تبصرہ کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان سختیوں کے خوف سے محمدؐ اور اصحابِ محمد اپنے مشن سے باز آجائیں گے۔ غلام اور حلیف اپنی اصل حالتوں پر واپس ہو جائینگے وہ اسی قسم کے خیالی پلاؤ سے اپنے دلوں کو تسلی دیتے تھے اور کوہِ الم توڑتے رہتے تھے۔ صرف معدودے چند ابوجہل کی حرکتوں کو معیوب سمجھتے تھے، کچھ لوگ آوازے کستے تھے، کچھ مذاق اڑاتے تھے۔ کچھ طعن کرتے تھے۔ گویا طرح طرح سے دکھ دینے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

قریش کے جوانوں کے دلوں میں ایک آگ تھی جو سلگ کر بھڑک چکی تھی، اچھلنا کودنا اور غصہ کرنا ان کا شیوہ ہو چکا تھا۔ حارث بن ہشام نے عکرمہ بن ابوجہل سے ترس کھاتے ہوئے کہا۔ "اے بھائی! رحم کر۔ کیا تو نہیں دیکھا ہے کہ سمیہ کا جسم تمہارے کوڑوں سے کیسی بیتابی سے تڑپ رہا ہے لیکن اس کی زبان پر اُف تک نہیں۔

عکرمہ نے متعجب ہو کر کہا، مجھے سخت تعجب ہوتا ہے اس بڑھیا اور بوڑھے پر کہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں، آگ میں جلا دیئے گئے ہیں، صرف اسی لئے کہ ہمارے خداؤں کو اچھا کہہ دیں، اور محمدؐ کی محبت کو دل سے نکال دینے کا اعلان کر دیں، لیکن میں اب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا ہوں۔ اب بھی یہ لوگ ہمارے خداؤں سے تبرّا کرتے ہیں، محمدؐ سے محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں، اس کے بیٹے عمّار کو دیکھو، کیسا خاموش ہے۔ آنسو خشک ہو چکے ہیں تختے پر گوشت کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے۔

صفوان بن امیّہ نے کہا۔ میں نے بلالؓ کو دیکھا ہے کہ اس پر بڑے بڑے پتھر باندھے گئے، کوڑوں سے دُرگت بنائی گئی۔ جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا، لیکن وہ محمدؐ کے خدا کی اب بھی تعریف کرتا ہے

خالد بن ولید نے کہا! میں نے صہیبؓ کو اس حال میں دیکھا ہے، قوم نے سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ آگ میں بھی جلایا گیا، نیزے بھی بھونکے گئے۔ اس کی زبان کو سکوت ہے بات کرنے کی طاقت نہیں، بے حس و حرکت پڑا ہے، لیکن کیا مجال کہ اپنے دین سے رتی برابر انحراف کرے۔

خدا اور رسولؐ کی محبت اُن کے لئے راسخ العقیدہ بن چکی ہے وہ مصائب جھیلتے اور برداشت کرتے رہے، شر پسند نوجوان قریش غریبوں کی ثابت قدمی سے حیران و ششدر ہو گئے تھے۔ پھر بھی اپنی شیطنت سے باز نہیں آتے تھے۔ جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حالات سے بخوبی واقف تھے گویا ان کو پہلے ہی وحی ہو چکی تھی۔

آپ مع اپنے چند ساتھیوں کے یاسر کو ڈھونڈتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے۔ دیکھا یاسر کو زمین پر گرا دیا گیا ہے۔ اُن کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیئے گئے ہیں۔ آگ سے ان کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد داغا جا رہا ہے اور اُن سے کہا جا رہا ہے کہ لات اور عزیٰ کو پکارو۔ نجات مل جائے گی۔ لیکن یاسر اور خاندانِ یاسر بالکل خاموش ہے۔ نہ کوئی آہ تھی نہ کوئی شکوہ، یاسر نے رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سنی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا، "اے اللہ کے برحق رسولؐ ہائے یہ کیا زمانہ ہے۔ یہ کیسے ظالم لوگ ہیں۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ "یاسرؓ تم کو جنت کی بشارت ہو۔ اے یاسر میں قیامت کے دن تمہارے مصائب پر گواہ ہوں گا۔ اللہ تم کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

سمیّہ نے رسول اللہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ یہ سمیہ کی پہلی آواز تھی جو سُنی گئی۔ " اے اللہ کے رسولؐ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور برحق رسول ہیں۔ آپؐ کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ عمّار نے مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ " اے اللہ کے دشمنو تم ہم کو عذاب دے رہے ہو۔ کرو۔ جو جی چاہا ہو کرو۔ ہم جنت میں جائینگے تم یقیناً ذلیل ہوگے اور تمہاری ناک کٹ کر رہے گی۔ یہ باتیں سُن کر مشرکین میں حسد کی آگ دو چند ہو گئی۔

کچھ دن اسی طرح گذر گئے۔ ایک دن آیا جب قریش ایک ہولناک کام کے لئے جمع ہو گئے، صبح گذری، دوپہر آئی۔ ابو جہل لعؔ یاسرؓ کے قریب پہنچا اور کہا۔ ہمارے خداؤں کو مدد کے لئے پکارو۔ محمدؐ

اوران کے خدا کی برائی کرو۔ جلدی کرو، ورنہ.....

عتبہ نے کہا " اگر یہ لوگ محمدؐ کو برا کہدیں اور ہمارے خداؤں کو بھلائی سے یاد کریں تو میں بیس اونٹ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ کو دوں گا۔

شیبہ بن ربیعہ نے کہا۔ اگر یہ کہدیں تو میں بھی ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ کو بیس اونٹ دوں گا۔ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ بولا۔ اچھّا شرط ہوگئی۔

عتبہ نے کہا، ہم تم کو کوئی مالی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے، اسلئے کوئی شرط نہیں لگاتے، بلکہ ہم تم پر صرف یہ ظاہر کردینا چاہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے کیا اور کرنے کا ارادہ ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ عداوت پر مبنی ہے۔

۱۲۔ شہادت

قریش سمیہ اور یاسر رضی اللہ عنہم کی طرف بڑھے اور آج ایسا عذاب دیا گیا۔ جو آج تک نہیں دیا گیا تھا۔ بڑے بڑے مشکیزے لائے گئے۔ ان کو پانی سے بھر دیا گیا، آگ دہکائی گئی، جس کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ سمیہؓ، یاسر اور عمار کو زنجیروں میں بری طرح جکڑ دیا گیا تھا۔ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ نے حکم دیا۔ " ان قیدیوں کو میرے سامنے ڈالا جائے۔ کوڑے لگائے گئے آگ میں ڈالا گیا۔ پھر پانی بہا دیا گیا۔ اور بار بار اسی طرح کرتے رہے، کچھ دیر بعد اُن کو کھلی ہوا میں پھینک دیا گیا۔ اس سے ان کو کچھ افاقہ ہوا۔ اُن کی زبانوں سے اللہ اللہ کی آوازیں آرہی تھیں۔ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ غصّہ سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا، اب بھی محمدؐ کو برا کہدو ورنہ آج شام تک تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

سمیہ نے خفیف آواز میں کہا۔ لعنت ہو تجھ پر اور تیرے خداؤں پر۔ وہ کیا چیز ہیں، تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، موت مجھے تیری منحوس شکل دیکھنے سے نجات دلائے گی۔ شیبہ اور عتبہ نے ابوجہل کی طرف دیکھا اور قہقہہ لگایا۔ ابوجہل خجالت سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور سمیہ کے شکم پر لاتیں مارنے لگا۔ سمیہ خفیف آواز میں کہہ رہی تھیں لعنت ہو تجھ پر اور تیرے خداؤں پر۔ ابوجہل لعنہ غصہ سے پاگل ہو گیا اور نیزہ کھینچ کر مارا۔ سمیہؓ نے اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

یاسرؓ نے غمگین لہجہ میں کہا۔ اے اللہ کے دشمن تو نے سمیہؓ کو شہید کر دیا۔ لعنت ہے تجھ پر اور تیرے خداؤں پر۔ عمّار نے اپنی والدہ کے غم میں آنسو بہائے اور بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ اے خدا و رسولؐ کے دشمن تو نے میری والدہ کو قتل کر دیا۔ خدا لعنت کرے تجھ پر اور تیرے اور تیرے خداؤں پر۔ خدا شاہد ہے کہ رسول اللہ کا وعدہ سچّا ہے۔ اور میری والدہ کا ٹھکانہ جنّت ہے۔ یہ سننا تھا کہ ابوجہل کا غصّہ سے بُرا حال ہو گیا۔ یاسرؓ کو اس نے اور کچھ کہنے کی مہلت نہیں دی، فوراً ایک نیزہ ان کے پیٹ میں مار دیا، وہ بھی راہیٔ ملکِ بقا ہو گئے۔ اسلام کے دوسرے شہید۔ یاسرؓ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

۱۳۔ آخری رسم

عتبہ اور شیبہ نے طعن کیا اور کہا، ہم نے نہیں کہا تھا تو کچھ بھی

کرلے، لیکن وہ اپنے دین میں پختہ ہیں۔

ابوجہل خاموش کھڑا تھا، عقل ٹھکانے نہیں تھی۔ سخت پریشان تھا، مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ قریش کے دوسرے سرداروں نے کہا۔ "اب بھی غنیمت ہے۔ بہتر ہے تو اب عمار کو آزاد کردے"

ابوجہل کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اس کا مقصد حاصل نہ ہوسکا تھا وہ اپنے دل میں خفت محسوس کر رہا تھا، اسی حال میں گھر واپس آیا۔ کبھی سوچتا تھا کہ اس کے ہاتھ سے دو شکاری نکل گئے۔ کبھی ان کی ثابت قدمی، استقلال اور ہمت پر غور کرتا تھا، انہوں نے تمام مصائب پر موت کو ترجیح دی تھی۔ نہ کبھی انہوں نے خوف کیا، اور نہ کبھی ذرہ برابر جھجکے۔ اصحاب محمدؐ اسی طرح اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کو قربان کرتے رہے۔ یہی اللہ کے دین کی کامیابی اور قریش کے قدیم دین کی رسوائی تھی۔ ابوجہل ان تمام باتوں کو دیکھتا تھا عجیب کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا، اس نے دیکھا کہ قریش کے شرکاء، حلیف اور غلام متواتر اسلام قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سختی کا اس کی مرضی کے خلاف اثر پڑ رہا ہے، بعض لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں لیکن اعلان نہیں کرتے، بعض اعلان کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر حال میں محمدؐ کی طرف راغب ہیں، اُن کی سنتے ہیں اور انکے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ لوگ قریش سے بالکل خوف نہیں کرتے۔ اور ان کو ذلیل سمجھتے ہیں، ان کی غلامی سے انھوں نے منہ موڑ لیا ہے ان کی سیادت کے منکر ہو گئے ہیں، اس کو یکایک سمیہ اور یاسر یاد آئے۔ اس نے پھر غور کیا کہ ان دونوں نے میری ایک نہ سنی۔ محمدؐ کے کہنے پر عمل کیا، آگ میں جلے نیزے کھائے چھریاں لگیں، خون بہا۔ لیکن وہ اپنے خدا کی مرضی پر مطمئن رہے۔ ابوجہل یہ سوچتا جاتا تھا اور بجائے عبرت

حاصل کرنے کے حسد کی آگ بھڑکتی جاتی تھی، ابوجہل نے یہ بھی سن لیا تھا کہ محمدؐ قریش کی ایک ایک حرکت سے بخوبی آگاہ ہیں لیکن ان پر کوئی ہراس اور پریشانی نہیں ہے۔ وہ اپنے دین کی تبلیغ میں ذرہ برابر کمی نہیں کرتے، بلکہ اپنے چند اصحاب کے ساتھ اپنے مصیبت زدہ متبعین کے پاس جاتے ہیں، اُن کی عیادت اور دلجوئی کرتے ہیں۔ ان کی ڈھارس بندھاتے اور دلاسہ دیتے ہیں

ابوجہل یہ سب کچھ سنتا، مگر اس کو رہ رہ کر یہی خیال آتا کہ قرب و بُعد کے عرب کیا کہیں گے جب وہ یہ سُنیں گے کہ قریش ذلیل ہو گئے۔ اُن کے خدا کھلونا بن گئے، ان کے غلام اور حلیف ان کے سردار ہو گئے ہیں۔ وہ بڑا پیچ و تاب کھاتا، دانت پیستا اور پھر ظلم و ستم کرنے پر مستعد ہو جاتا۔ ابوجہل شام کو جب اپنے گھر آیا تو قریش عمارؓ اور ان کے شہید ماں باپ کو ابوجہل کے گھر لائے، اب ہمدردی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ لانے والوں میں مسلم و غیر مسلم دونوں شریک تھے۔ انہوں نے آپس کے اختلافات مٹا دیئے تھے۔ وہ عمار سے تعزیت بھی کر رہے تھے۔ سمیہؓ اور یاسرؓ کے دفن کرنے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ والدین کو سپردِ خاک کیا اور عمارؓ اپنے گھر واپس آتے، انہوں نے تمام مصائب بھلا دیئے تھے اور جوشِ ایمانی اور زیادہ ہو گیا تھا۔ ماں باپ کا غم ستاتا تھا۔ لیکن رسولِ کریمؐ کے یہ الفاظ یاد کرتے کہ اُن دونوں کا ٹھکانا جنت ہے۔ اور صبر آ جاتا۔ عمار لوگوں سے کہتے۔ "کاش! میں بھی ان کے ساتھ جنت میں چلا جاتا۔ ہائے رے قسمت۔ میں باقی ہوں اور میرے ماں باپ مجھ سے الگ ہو کر جنت کو سدھار گئے۔

دوسرے دن عمارؓ ارقم بن ابی ارقم کے گھر گئے۔ جہاں رسول کریمؐ مسلمانوں کو پند و نصائح فرما رہے تھے۔ جب ابوجہل لعین کو عمارؓ کے مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی خبر ملی تو عتبہ اور شیبہ نے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا، تم دونوں نے عمارؓ کی جان بچالی ورنہ میں تینوں کو ساتھ ہی موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

عتبہ نے مسکرا کر کہا "ارے بے وقوف! ہم نے تیرے عذاب میں کمی کرادی ہے۔ اب تو ہم پر الزام لگاتا ہے۔

ابوجہل بھی مسکرایا اور کہا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا دشمن مر جائے میں اس کو تڑپانا چاہتا ہوں اور سخت سے سخت عذاب دینا چاہتا ہوں اور سخت سے سخت سزا دینا چاہتا ہوں تاکہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ دوں لات و عزیٰ کی قسم آج سے میرے اور عمارؓ کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے، یاسرؓ ابو حذیفہ کا حلیف تھا اور سمیّہ اس کی لونڈی۔ اس لئے عمار ہمارا غلام ہے۔

شیبہ نے کہا "اے ابوجہل لعین، تیرے چچا نے عمار اور اس کے بھائیوں کو آزاد کر دیا تھا۔

ابوجہل لعین نے کہا "خیر کچھ بھی سہی۔ ہیں وہ ہمارے غلام ہی۔"

عمار نے اس مرتبہ خیال کیا تھا کہ دار و رسن سے آزادی مل گئی ہے اور اب یہ مصیبت واپس نہیں آئے گی لیکن خدا برا کرے ابوجہل کا، اس نے عمار کو دوبارہ گرفتار کرلیا۔ اور ایسی ایسی تکلیفیں پہنچائیں جس کی وہ طاقت نہ رکھتے تھے، بڑی مشکل سے رہائی ہوئی، اور عمارؓ پھر ارقم ابن ابی ارقم کے گھر آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے رہے۔ دوسرے

روز جب تمام اصحابِ رسول ابی ارقم کے گھر جمع ہوئے تو انہوں نے عمّار کو نہ پایا۔ بعدِ تحقیق معلوم ہوا کہ ابوجہل نے پھر ان کو گرفتار کر لیا ہے اور سخت سے سخت سزا دے رہا ہے۔ جناب رسالتمآبؐ عمّار کی تلاش میں نکلے مکّہ کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے دیکھا کہ ابوجہل اپنی سابقہ سیرت پر عمل پیرا ہے۔ اس نے اسی طرح آگ جلا رکھی ہے۔ نیزے تیار ہیں۔ تیر کمانوں میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ پانی سے بھرے ہوئے مشکیزے بھی موجود ہیں اور عمّار خاموش کھڑے اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ رسولِ خداؐ نے یہ ماجرہ دیکھا آگ کو حکم دیا۔ "اے آگ عمّار پر سرد ہو جا جس طرح ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اور ان کو بچا لیا تھا۔

عمّار کو اس دن سخت سے سخت مصیبتیں اٹھانا پڑیں اور ابوجہل کے خداؤں کو اچھّا کہنے پر مجبور ہوئے تو ابوجہل نے ان کو رہا کر دیا۔ عمّار نے سمجھا کہ اب شاید نجات مل گئی ہے۔ اور رسول اللہ کی خدمت میں غمگین شکل لئے حاضر ہوئے۔ دل شکستہ تھا، آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ رسولؐ اللہ نے آنکھوں سے آنسو صاف کئے۔ دلاسا دیا۔ اور فرمایا۔ "اے عمّار کیا بات ہے؟

عمّار نے خفیف اور غمگین لہجہ میں کہا۔ "میں نے ابوجہل کے خداؤں کو اچھائی سے یاد کیا ہے۔ قریش نے مجھے خدا اور رسولؐ کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کر دیا۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا" اے عمّار! تمہارے دل کا کیا حال ہے۔؟"

عمار نے کہا۔ "حضور! خدا اور رسولؐ پر میرا دل سے ایمان ہے۔"
رسول اللہ نے فرمایا۔ "اے عمار! غم نہ کرو، اگر ایسا کوئی وقت آجائے اور زبان سے کہہ دینے سے جان بچ جائے تو کہہ دیا کرو۔ دیکھو۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم" (پارہ ۱۴، سورہ نحل آیت ۱۰۶)

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، مگر کراہت سے، اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو، لیکن جس کے سینے میں کفر جاگزیں ہوگیا ہو، اس پر اللہ کا غضب ہوگا۔ اور عظیم عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔"

ابوجہل لعں کو جب کبھی غصہ آتا تھا، یا جب کبھی دوسرے کاموں سے فرصت مل جاتی تو وہ عمار کو سخت سے سخت مصیبت میں ڈالتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے حبش کی طرف ہجرت کی، عمارؓ نے بھی ہجرت کی۔ اور رسولِ مقبول کے ساتھ اطمینان اور چین کی زندگی بسر کی۔

۱۴۔ محبّتِ رسولؐ

عمار بن یاسرؓ ہجرت کر کے مدینے پہنچے۔ مشر بن عبد المنذر کے یہاں مہمان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشر کے مکان کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ عمار بن یاسرؓ کو دے دیا۔ دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمار سے

دلی اور گہری محبت کرتے تھے۔ عمار نے محبتِ رسول میں عام مسلمانوں سے امتیاز حاصل کر لیا تھا، رسول کی ہر مصیبت کو عمار اپنے اوپر لینے کو تیار رہتے تھے۔ رسول اللہ کا ہر کام اسطرح انجام دیتے جس طرح کوئی ذاتی کام کرتا ہے۔ رسول اللہ کا اگر کہیں پسینہ گرتا تو وہاں اپنا خون بہانا ان کے لئے معمولی بات تھی۔

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد تعمیر کی۔ تمام مسلمانوں نے اس میں اشتراک کیا۔ لیکن عمار اس میں خصوصیت رکھتے تھے۔ اگر ہر مسلمان ایک اینٹ اٹھاتا تھا تو عمار دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ گرد آلود ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مبارک چہرے کو اپنے مبارک ہاتھوں سے خاک کو صاف کر دیتے تھے محبانِ رسول اس عمیق محبت کو دیکھتے تھے تو مسرور ہوتے لیکن منافق حسد کرتے تھے۔ عمار اینٹیں اٹھاتے اور گنگناتے جاتے تھے۔

نحن المسلمون نبتنی المساجد ہم مسلمان ہیں اور مسجدیں بناتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی المساجد عمار کے ساتھ کہتے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمار بن یاسر کے چہرے سے خاک صاف کرتے جاتے تھے اور محبت بھرے لہجے میں فرماتے تھے

'ویحك ابن سمیة تقتلك الفئة الباغیة' اے ابن سمیہ! تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ رسول اللہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہر مسلمان کے گوش گزار ہو گئے تھے جو مسلمان ان الفاظ پر غور کرتا عمار کی ہیبت اُس کے دل پر ثبت ہو جاتی تھی۔ رسول اللہ نے یہ الفاظ ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار ارشاد فرمائے تھے۔ جنگِ خندق کے

موقع پر جب مسلمان خندق کھود رہے تھے تو عمار کی یہاں بھی ایک امتیازی شان تھی لوگوں نے گمان کیا کہ عمار پر پشتہ گر گیا ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں۔ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی الفاظ دہرائے اور ارشاد فرمایا۔ "عمار نے انتقال نہیں کیا۔ جب عمار سے ملے تو فرمایا۔

"تقتلک الفئۃ الباغیہ" عمار بن یاسرؓ کو یقین ہو گیا تھا کہ میری موت ایک باغی جماعت کے ہاتھوں ہو گی۔ جب کوئی ضروری بات ہوتی تو کر لیتے تھے، ورنہ انھوں نے سکوت اختیار کر لیا تھا۔

خالد بن الولید اسلام لانے کے بعد ایک دن عمارؓ پر ناراض ہوئے ان دونوں میں پہلے سے کچھ عداوت تھی۔ خالد بن الولید نے عمارؓ کو ذلیل کیا اور کہا "سمیہ ہمارے چچا ابو حذیفہ کی لونڈی تھی اور یاسرؓ ہمارے ہی چچا کے حلیف تھے۔ اور یاسرؓ کو ابو حذیفہ نے آزاد کیا تھا۔ کیونکہ خالد بن الولید قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اس طرح اپنی بزرگی ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سن کر عمار بن یاسر رسالت مآب کے پاس آئے اور شکوہ کیا اسی اثنا میں خالد بھی پہنچ گئے اور عمار سے کچھ کہنے لگے، عمار خاموش بیٹھے رہے اور حضرت رسول اللہ نے بھی اپنی گردن جھکا لی اور پھر سر کو بلند کرتے ہوئے شیریں لہجہ میں فرمایا "من عادی عمار فقد عادانی" جس نے عمارؓ سے عداوت رکھی، پس اس نے مجھ سے عداوت رکھی عمار ابن یاسرؓ خوشی خوشی گھر آئے اور خالد رنجیدہ ہو کر واپس ہوئے۔ خالد نے عمار سے جا کر معافی چاہی۔

۱۵۔ نیا دور

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کچھ لوگوں نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے ان کی طرف ایک لشکر بھیجا، جس نے مرتدین کو شکست دی جس میں عمار ابن یاسرؓ نے بھی گرمجوشی سے حصّہ لیا اور مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ، عمارؓ ابنِ یاسرؓ، عثمان بن حنیف سے الگ الگ تنہائی میں کچھ مشورہ کیا، کوفہ کی نماز اور جنگ کے معاملات عمار ابن یاسرؓ کے سُپرد، بیت المال اور تعلیم کے معاملات عبداللہ بن مسعودؓ کے سپرد اور کوفہ کے اطراف کی حفاظت کا کام عثمان بن حنیف کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔

لوگوں نے جب یہ سُنا تو چہ می گوئیاں کرنے لگے۔ بعض نے کہا ہم پر غلاموں کو سردار بنا دیا۔ کیا اشرافِ اور سردارانِ قریش کہیں مارے گئے تھے۔

بعض نے کہا۔ "اللہ کا وعدہ سچّا ہے، ہر شخص اپنے کردار اور تقویٰ سے مکرّم ہوتا ہے۔ خاندانی سیادت اور شرافت کام نہیں آتی۔

عمّار ابنِ یاسرؓ ابن مسعودؓ اور عثمانؓ بن حنیفؓ کوفہ پہنچے مسجد میں اہل کوفہ کا اجتماع ہوا۔ مکتوبِ خلافت پڑھ کر سُنایا گیا۔ تحریر میں تھا۔ میں نے عمّار ابنِ یاسرؓ کو تمہارا امیر مقرّر کیا ہے، عبداللہ ابنِ مسعودؓ کو تمہارا معلّم وزیر اور بیت المال کی دیکھ بھال بھی انہیں کے ذمّہ ہے۔ یہ بزرگ جنابِ رسالتمآبؐ کے بہترین صحابیوں میں سے ہیں جنھوں نے جنگِ بدر میں شرکت کی تھی۔ ان کے حکم کی تعمیل کرو، ان کے حکم سے قتال کرو۔ اور ان کے حکم سے صلح کرو۔ میں نے عثمان بن حنیف کو کوفہ کی سرحدوں کا محافظ مقرّر کیا ہے

ان کو روزانہ ایک بکری کھلاؤ۔ اہلِ کوفہ نے سنا اور راضی ہو گئے۔

معاملاتِ سلطنت اسی طرح بخیر و خوبی چلتے رہے۔

عمار بن یاسرؓ کبھی کبھی یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ایک عظیم سلطنت کے امیر ہیں، اور ایک بڑے لشکر کے سردار ہیں، لیکن ساتھ ہی ان کو گزرے ہوتے واقعات یاد آتے۔ کوڑے کھانا، آگ میں جلنا، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا وغیرہ۔ تمام نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ ان چیزوں کو یاد کرتے اور کہتے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

عمار ابنِ یاسرؓ کوفہ میں اپنے فرائض بخیر و خوبی انجام دیتے رہے۔ وہ بہت کم بات کرتے تھے، زیادہ تر خاموش ہی رہتے تھے۔ غرور و تکبر انکو چھو کر بھی نہیں گیا تھا۔ عوام سے بھائیوں اور عزیزوں کی طرح ملتے تھے عدل و انصاف کا دامن انہوں نے کبھی نہیں چھوڑا۔ ہر فیصلہ عدل کی ترازو میں تول کر کرتے تھے۔ ان کا ہر حکم صحیح اور اٹل ہوتا تھا۔ نصیحت کرتے تھے اور احکامِ دین کے بجالانے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی یہ پالیسی تھی کہ کبھی کسی گورنر کو ایک جگہ زیادہ دلوں تک نہ رہنے دیتے تھے، چنانچہ حضرت عمار ابن یاسرؓ کی معزولی کا پروانہ بھی صادر ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے سوال کیا "اے عمارؓ تم کو برا تو نہیں معلوم ہوا میں نے تم کو معزول کر دیا۔"

حضرت عمارؓ نے جواب دیا "جب مجھ کو عہدہ دیا گیا تھا تو مجھ پر بار گزرا تھا، اور جب لے لیا گیا تو مجھ کو تکلیف ہوئی۔"

اس کے بعد حضرت عمار یاسرؓ زیادہ تر اپنا وقت خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت میں ہی صرف کرتے تھے۔

۱۶۔ انقلاب

ایک عرصہ کے بعد عمارؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا ہے، انھوں نے اس بات کو سختی سے محسوس کیا اور نہایت غمگین ہوئے اور قرآن کی ایک آیت کو یاد کرتے جس میں عبداللہ ابن سرح کی طرف اشارہ تھا۔ "مَن کفر باللہ مِن بعد ایمانہ اِلّا مَن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب مِن اللہ ولھم عذاب عظیم" جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔ مگر کراہت سے اور دل ایمان سے مطمئن ہے۔ اور لیکن جس نے اپنا سینہ کفر کے لئے کھولدیا پس ان پر اللہ کا غضب ہوگا۔ اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔

عبداللہ بن سرح کی سیرت ہر ایک کے لئے قابل شکایت تھی۔ وہ کوفہ و بصرہ کے گورنروں میں سب سے خراب عادات و خصائل کا مالک تھا، چنانچہ مہاجر اور انصار اس بات سے ناراض ہو گئے تھے اور آپس میں صلح مشورہ کرتے رہتے تھے۔

عمار بن یاسرؓ جمیع مسلمین کی طرف سے حضرت عثمان کے پاس گئے، تمام حالات سے ان کو آگاہ کیا اور تمام لوگوں کی رائے ان کو بتادی۔ لیکن حضرت عثمان نے حضرت عمار ابن یاسرؓ کی ایک نہ سنی اور اپنی بات پر جمے رہے۔ بات بڑھ گئی، سخت کلامی ہوئی۔ نوبت با اینجا رسید کہ حضرت عثمان نے اپنے غلاموں سے عمار ابن یاسرؓ کو کوڑے لگوائے۔ غلاموں نے اتنا مارا کہ عمار ابن یاسرؓ بے ہوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں

نے خیال ظاہر کیا کہ عمّار ابنِ یاسرؓ فوت ہو گئے، لیکن خدا کے فضل سے کچھ دیر بعد افاقہ ہوا، عمّار ابنِ یاسر ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے، ابتدا میں اللہ کی راہ میں ہم کو عذاب دیا گیا، اور آخر عمر میں ہم پر ہی آفت نازل ہوئی۔

ایک روز لوگ ذکر کر رہے تھے کہ حضرت عثمان نے بیت المال سے کچھ زیادہ روپیہ لے لیا ہے اور اپنے خاندان میں سے کسی کے لئے زیور بنوایا ہے۔ حضرت عثمان ایک دن منبر پر گئے اور اعلان کیا کہ ہم اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے بیت المال سے ضرور روپیہ لینگے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابیطالبؑ نے ٹوکا اور فرمایا، اب تم اپنی حرکت سے روکے جاؤ گے۔ پھر حضرت عمّارؓ نے کہا، خدا شاہد ہے سب سے پہلے میں مخالفت کروں گا۔

مولا علیؑ کے کہنے پر تو عثمان خاموش رہے لیکن حضرت عمّارؓ کے کہنے کو برداشت نہ کر سکے۔ غصّہ کیا۔ اور بُرا بھلا کہا۔ معاملہ نے یہاں تک طُول کھینچا کہ حضرت عثمان نے حضرت عمّارؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت عمّارؓ کا سر پھٹ گیا، غشی اُن پر طاری ہو گئی۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ جب افاقہ ہوا تو تمام نمازیں ادا کیں۔ ابتدائے اسلام میں قریش کے فتنہ اور عذاب کو یاد کرتے تھے۔ اور آنسو بہاتے تھے۔ اس دن سے حضرت عمّارؓ کی خاموشی ختم ہو گئی اور حضرت عثمان کی مخالفت بالاعلان کرنے لگے جب مسلمانوں نے حضرت عثمان کے مکان کو گھیر لیا تھا اور انکے قتل پر آمادہ ہو گئے تو حضرت عمّارؓ نے بالکل مدافعت نہیں کی۔ جب وہ فوت ہو گئے تو قطعاً رنج نہیں کیا۔

☆

۱۷۔ حضرت علیؑ کے ساتھ

حضرت عثمان کے قتل کے بعد عمار بن یاسرؓ مولا علیؑ کے فدائی تھے جس طرح رسولؐ خدا کے ساتھ رہتے تھے اسی طرح امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ جب معاویہ اور امیرالمومنین علیؑ کے درمیان جنگ ہوئی تو عمارؓ بلاشک وشبہ معاویہ کو باطل اور امیرالمومنین علیؑ کو حق پر سمجھتے تھے۔ وہ دل وجان سے علیؑ کے ساتھ تھے۔ جنگ صفین میں اس انہماک سے حصہ لے رہے تھے کہ رسول اللہ کے وصال کے بعد کبھی نہیں لیا تھا۔ ان کا شوقِ شہادت اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ سابق میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ یاد کرتے تھے۔ "تقتلک الفئہ الباغیہ" جو ان کے دل کی گہرائیوں میں نقش ہوچکے تھے۔ ان کو پورا یقین تھا کہ معاویہ اور ان کے ساتھی باغی ہیں۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے اصحاب کے ساتھ صفین کی طرف بڑھے وہ کہتے تھے۔ "آج لوگ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی کے مقابلے کے لئے درپے ہیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قریش بدر، اُحد اور خندق میں جمع ہوئے تھے۔"

عمار ابنِ یاسرؓ نے آج کی لڑائی میں اپنے جوہر اس طرح دکھائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دکھایا کرتے تھے۔

۱۸۔ شہادت

اگرچہ عمار ابنِ یاسرؓ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ ہوچکی تھی۔ پھر بھی

آج کے دن وہ کمر کس کر جوانوں کی طرح حملہ کر رہے تھے۔ ایسے حملے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ وہ لڑائی میں جلدی کرتے ہوئے موت کی طرف بڑھ رہے تھے، ان کو یقین کامل تھا کہ آج کی لڑائی خدا کے لئے ہے اور وہ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہیں دو دن صفین کے میدان میں سخت رن پڑا۔ لیکن تیسرے روز کا مقابلہ سب سے زیادہ سخت تھا، اس دن وہ لشکر کے سردار بھی تھے۔ عمارؓ ابن یاسرؓ شیر نر کی طرح حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھے، دیکھنے والے عش عش کرتے تھے۔ ایک بوڑھا انسان جس کی بھویں تک سفید ہو گئیں تھیں، کس طرح جنگ کر سکتا تھا، لیکن جوشِ ایمانی اور شوقِ شہادت، نصرتِ علیؑ میں تلوار پر صیقل کا کام کر رہا تھا۔ دوسرے مسلمانوں کو جہاد کے لئے جوش دلا رہے تھے۔ اور ان کو باغیوں کے قتال پر آمادہ کر رہے تھے، کچھ لوگ دونوں طرف ڈھل مل یقین بھی تھے۔ وہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ یاد کرتے تھے تقتلک الفئۃ الباغیہ اور دیکھتے تھے کہ عمارؓ ابن یاسرؓ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جنگ کر رہے ہیں، لیکن یہ لوگ جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے، اور عمارؓ ابن یاسرؓ کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔

آج کے دن عمارؓ ابن یاسر نے باغیوں کو دل کھول کر قتل کیا۔

آفتاب کی شعاعیں مدھم پڑنے لگیں، عمارؓ ابن یاسرؓ ضعف محسوس کرنے لگے۔ موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت عمارؓ آج کے دن روزے سے بھی تھے۔ آفتاب غروب ہوا، روزہ کا وقت آیا۔ آپ نے افطار کے لئے کچھ مانگا۔ دودھ پیش کیا گیا۔ دیکھا۔ مسکرائے۔ نوش کیا اور کہا مجھ سے اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔" آخر زادک من الدنیا لبن حتی تموت

تمہاری موت کے وقت دنیا میں تمہاری آخری غذا دودھ ہے۔

حضرت عمّار ابنِ یاسر اس حالت میں باغیوں کے قتال پر مسلمانوں کو جوش دلاتے رہے اور کہتے تھے نیزوں کے نیچے ہی جنّت ہے۔

آج شام عمّار ابنِ یاسرؓ نے وصیّت کی کہ مجھ کو غسل نہ دینا میں اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہوں، جام شہادت نوش کیا۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور ارشاد فرمایا عمّارؓ نے جس دن سے اسلام قبول کیا اُن پر مصیبتیں پڑتی رہیں عمّارؓ ابنِ یاسرؓ اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے۔ حق ان کے ساتھ تھا اور وہ حق کے ساتھ تھے۔ جنّت ان پر واجب ہے۔ ان کے قاتل کیلئے جہنّم ہے۔ خدا عمّارؓ پر ہر آن رحمت نازل کرے

(آمین)

اِنّا للہِ وَاِنّا الیہِ راجعون

ایک چٹکلہ

ایک دن امیر معاویہ کے دربار میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے عمارؓ ابن یاسرؓ
کی موت کا ذکر کر رہے تھے اور رسول خدا کے الفاظ یاد دلا رہے تھے
تقتلک الفئة الباغیة ۔ امیر معاویہ اور اس کے وزیر عمر ابن عاص
سے بٹنا ئے کچھ جواب نہ بن پڑا تو معاویہ نے کہا ہم نے عمارؓ ابن یاسرؓ کو
قتل نہیں کیا ۔ بلکہ جو ان کو لڑانے کے لئے لایا اس نے قتل کیا ۔
جب یہ واقعہ حضرت علیؑ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا
" کیا حضرت حمزہؓ کو رسول اللہ نے قتل کیا ؟